۱۷

# توحید۔ اتحاد کے لئے ایک بنیادی اصول

(فرمودہ ۳/ جون ۱۹۲۷ء)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں نے مسلمانوں کی اس مصیبت کو دیکھ کر کہ وہ آپس کے شقاق اور تفرقہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور دشمنانِ اسلام کی طرف سے برابر اسلام اور مسلمانوں کے حقوق پر حملے کئے جاتے ہیں۔ اور اسلام کی حفاظت کے لئے کسی کو فکر نہیں۔ اور مسلمان چھوٹے چھوٹے اختلافوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ چھوٹے اختلاف کو بڑے اختلاف پر ترجیح دے کر بڑے اختلاف سے بچنے کی فکر نہیں کرتے۔ اور برخلاف اس کے چھوٹے اختلاف کے لئے اپنے اموال اور اپنی عقل اور اپنی کوشش صرف کر رہے ہیں۔ پچھلے چند سالوں کے عرصہ میں یہ تجویز مسلمانوں کے سامنے رکھی تھی کہ اس زمانہ میں اسلام کی دو تعریفیں ہیں۔

اسلام کی ایک تعریف مذہبی ہے۔ اور اس کا ہر ایک شخص اپنی ذات میں فیصلہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق دل، عقائد اور ایمان کے ساتھ ہے اور انسان عقائد میں آزاد ہوتا ہے۔ ایک شخص جس چیز کو سچا سمجھتا ہے یہ ناممکن ہے کہ اسے محض کسی کے کہہ دینے سے جھوٹا سمجھنے لگ جائے۔ یہ تعریف تو ایسی ہے کہ اس کا تعلق افراد سے ہے۔ اور اس تعریف کے لحاظ سے جو شخص جس چیز پر قائم ہو گیا۔ اس سے اس کو ہٹانا یا اس چیز کو بدلوانا انسانی طاقت اور قدرت سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف طبائع پیدا کی ہیں۔ اور انسان اس اختلاف طبائع کے سبب مختلف نتائج پر پہنچتا ہے۔ اور جس بات کو وہ پکڑ لیتا ہے اس کو وہ مشکل سے چھوڑتا ہے۔ اس تعریف کی رو سے خواہ کسی کو کتنا ہی غلطی خوردہ کہیں اور اس کے لحاظ سے خواہ وہ کتنا ہی کسی کو برا کہے۔ حتیٰ کہ ولیوں بلکہ ماموروں اور نبیوں کو بھی کافر کہے تو جب تک وہ انہیں کافر کہتا ہے ہم اسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ

انہیں مت کافر کہو۔ ہمارا یہ کام ہے کہ ہم یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں کہ جسے تم کافر کہتے ہو وہ کافر نہیں۔ اور جب تک وہ ایسا کہتا اور ایسا سمجھتا ہے۔ ہم اسے یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ جو کچھ تم نے سمجھا۔ اس کے مطابق نتائج اخذ نہ کرو۔ اور جسے تم کافر کہتے ہو۔ اس کے متعلق یہ کہہ دو کہ مسلمان ہے۔ اگر ایسا کریں تو یہ مشکل ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ اپنی ضمیر کو قربان کرتا ہے۔ جب کہ ہم یہ ثابت نہ کریں کہ جسے وہ کافر کہتا ہے وہ کافر نہیں۔ تب تک ہم اسے یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جسے تم کافر سمجھتے ہو اسے کافر کہنا چھوڑ دو۔ ایک آدمی سے ایسا نہیں منوا سکتے۔ اور تمام افراد سے یہ منوالینا تو اور بھی مشکل ہے۔ اور اگر یہ ہو بھی تو اس کے لئے ایک لمبا عرصہ چاہئے۔ کسی کو کسی کے کافر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ بعض مسائل کو بعض مسائل پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے اصولی عقائد ہوتے ہیں۔ جن کو وہ بڑے اہم قرار دیتے ہیں۔ تو جن مسائل کو وہ اہم قرار دیتے ہیں۔ ان کو وہ آسانی کے ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔ ان کو تو بہرحال وہ کریں گے۔ اور ان کے لئے ان کا چھوڑنا مشکل ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ یہ ان کو چھوڑ دیں تو یہ ایک اہم بات ہے۔ تو میں نے اس کو دیکھ کر پچھلے دنوں یہ تجویز کی تھی کہ اسے مسلمانوں کے فرقوں میں صلح کی بنیاد نہ بنائیں۔ یہ اختلاف میرے نزدیک مٹنا ناممکن ہے۔ اور جن کے نزدیک اس کا مٹنا ممکن ہے۔ ان کے نزدیک بھی یہ کام سینکڑوں سال کے بعد ہوگا۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں سالوں کے جو اختلاف چلے آتے ہیں۔ وہ چند دنوں میں انہیں دور نہیں کر سکتے۔ اور جب ایسے تمام اختلاف چند دنوں میں نہیں مٹ سکتے۔ بلکہ ان کے لئے سینکڑوں اور ہزاروں سال کا عرصہ چاہئے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمیں اسی سیاسی مقابلہ کے لئے جو اس وقت دوسری قوموں سے ہے ایک لمبے عرصہ تک خاموش رہنا چاہئے۔ حتیٰ کہ یہ اختلاف مٹ جائیں اور مسلمانوں کے تمام فرقے ایک ہو جائیں۔ اس بات سے جو نقصان پہنچ سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ مسلمان جب تک اس کی انتظار کریں گے کہ مسلمانوں کے تمام فرقے ایک ہو جائیں۔ تب تک دشمن ان کو برباد کر دے گا۔ لیکن دوسری قوموں کے ساتھ جو مسلمانوں کا سیاسی مقابلہ ہے۔ اس کا تو فیصلہ چند سال میں ہونا چاہئے۔ اب اگر ایسے فیصلہ کے لئے جو چند سال میں ہونا چاہئے۔ ہم ایسا کام کرتے ہیں جس سے صدیوں کے بعد یہ فیصلہ ہو۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ صدیوں کے بعد بھی یہ فیصلہ ہو۔ کیونکہ یہ بھی یقینی امر نہیں کہ صدیوں کے بعد ضرور ہی اسلام کے تمام فرقے اکٹھے ہو جائیں گے۔ تو باوجود اس کے ہمارا ایسا کرنا خود اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا مارنا ہے۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ضرور پہلے اختلافات کو مٹا لینا چاہئے۔ اس سے انہیں

روکتا کون ہے وہ اس کوشش کو بھی جاری رکھیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس وقت چند سال تک ایک فیصلہ ہونے والا ہے۔ اور اسی فیصلے پر مسلمانوں کی ترقی کا انحصار ہے۔ اور جو بات چند سال میں حاصل ہو سکتی ہے۔ کیا اس کے لئے سینکڑوں اور ہزاروں سال انتظار کرنا درست ہے۔ مسلمانوں کو آج ضرورت ہے کہ وہ آج اس سیاسی جھگڑے کا فیصلہ کریں۔ تو کیا جس فیصلے کی انہیں آج ضرورت ہے اس کے لئے کسی دور کے زمانہ کا منہ دیکھا جائے۔ اور پھر یہ بھی یقینی امر نہیں کہ ضرور ہی اتنے عرصہ کے بعد یہ بات حاصل ہو جائے گی۔ کیونکہ کوئی بھی ایسا نہیں جو کہے سات آٹھ سو سال یا ہزار دو ہزار سال میں مسلمانوں سے یہ منوالیا جا سکتا ہے کہ جن کو تم مانتے ہو۔ انہیں چھوڑ دو۔ یا جن مسئلوں کو تم ترجیح دیتے چلے آرہے ہو۔ انہیں ترجیح نہ دو۔ یا جن باتوں کی تم عزت کرتے چلے آرہے ہو ان کو حقیر سمجھو۔ یا جن کو تم سینکڑوں سالوں سے کافر کہتے ہو ان کو کافر نہ کہو۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ آج کل دنیاوی امور کی محبت بڑھ رہی ہے۔ لیکن اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ جو لوگ یورپ کے اثر کے نیچے بت پرستوں اور مشرکوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں کو بھی کافر نہیں کہنا چاہتے۔ وہ صرف دنیاوی طور پر ایسا کرنا نہیں چاہتے۔ یہ مذہبی وسعت نظری نہیں۔ بلکہ اس سے تو مذہب کی قدر کم ہوتی ہے۔ گو بعض لوگوں کے نزدیک اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ مگر یہ فائدہ دنیاوی امور کے لحاظ سے ہے کیونکہ یہ مذہبی وسعت خیال کی وجہ سے نہیں ہے۔ لیکن اگر اس رو کو بھی جاری رکھیں۔ تو بھی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سات آٹھ سو سال میں ہم تمام لوگوں کو ہم خیال بنالیں گے۔ پس میں نے ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک تعریف اسلام کی یہ کی تھی جو مذہبی تعریف تھی۔ اور کہا تھا کہ اس بات کو مسلمانوں کے فرقوں کی صلح کی بنیاد نہ بنائیں کہ پہلے اختلاف مٹانے چاہئیں۔ یہ اختلاف جلدی نہیں مٹ سکتے۔ اور مسلمانوں کو ضرورت ہے کہ وہ جلدی متحد ہوں اور اس مقابلے کا جلد فیصلہ ہو۔

دوسری تعریف اسلام کی میں نے یہ کی تھی اور یہ سیاسی تعریف ہے کہ جبکہ شیعہ سنّیوں کو اور سنی شیعوں کو حنفی اہلحدیث کو اور اہلحدیث حنفیوں کو اور چکڑالوی وہابیوں کو اور وہابی چکڑالویوں کو کافر کہتے ہیں۔ تو اس کے مقابلہ میں ہندو اور عیسائی لوگ ان باتوں سے متاثر نہیں ہوتے۔ یہ سن کر کہ حنفی شیعوں کو کافر کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ چونکہ شیعوں کو یہ لوگ کافر کہتے ہیں اس لئے شیعوں کے ساتھ اور معاملہ کرنا چاہئے۔ اور ایسا ہی ایک حنفی کے متعلق کافر کا لفظ سن کر ہندو یہ نہیں کہتے کہ آؤ حنفیوں کے ساتھ وہ سلوک نہ کریں۔ جو ہم مسلمانوں سے کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ وہ تمام

مسلمانوں کے ساتھ ایک ہی قسم کا سلوک کریں گے۔ خواہ مسلمان ایک دوسرے کو کافر ہی کہتے ہوں۔ دفاتر میں اس کی مثال موجود ہے۔ ہندوؤں کی کوشش یہ ہوتی ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے دفاتر میں ہندوؤں کو بھرا جائے۔ اس کے لئے وہ یہ نہیں کرتے کہ چونکہ شیعوں کو کافر کہا جاتا ہے یا حنفیوں کو کافر کہا جاتا ہے اس لئے ان کے ساتھ یہ سلوک نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ وہ سب کے ساتھ ایک ہی قسم کا سلوک کرتے ہیں اور ہندوؤں کو دفتروں میں بھرنے کے لئے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ فلاں فلاں کو کافر کہا جاتا ہے اس لئے اسے ایسا سلوک کرنے سے چھوڑ دینا چاہئے۔ اور اس کے لئے وہ بہانہ یہ کیا کرتے ہیں کہ مسلمان نالائق ہوتے ہیں۔ اب ہندوؤں کے نزدیک ہندوؤں نے ہی لائق ہونا ہے۔ اگر لیاقت کا معیار ڈگری کو قرار دیا جائے۔ تو سینکڑوں بی۔ اے مسلمان یونہی پھرتے ہوئے ملیں گے۔ اور ایم۔ اے اور انٹرنس پاس ہوں گے۔ لیکن باوجود اس کے ہندو ایسا نہیں کرتے۔ اور ان کو بھرتی نہیں ہونے دیتے۔ ان کی جگہ کسی ہندو کو لے آتے ہیں۔ جس کے پاس کوئی ڈگری نہیں ہوتی۔ تو لیاقت کا معیار ہندو اور خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسلمان لائق ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ ہندوؤں کو دفتروں میں بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ جو اتلاف حقوق کیا جاتا ہے اس کے لئے ایک ہندو اس بات کا فرق نہیں کرتا کہ جن کو کافر کہا جاتا ہے ان کو اپنے اس سلوک سے چھوڑ دے۔ بلکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ مسلمان ہے۔ چاہے وہ اپنے نام کے ساتھ احمدی کہے یا حنفی کہے یا وہابی کہے' یا شیعہ کہے' یا چکڑالوی کہے' یہی حال عیسائیوں کا ہے وہ بھی یہی سلوک کرتے ہیں۔ پس ایک تعریف میں نے یہ کی تھی کہ ہندو اور عیسائی کسی فرقہ کو نہیں چھوڑتے بلکہ ان کے نزدیک سب فرقے ایک ہی طرح کے ہیں۔ ان کے نزدیک جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہے خواہ وہ کسی فرقہ کا ہی ہو۔ اس لئے اس کے حقوق تلف کرنے چاہئیں۔ پس میں نے تجویز کی کہ ایک تو وہ تعریف اسلام کی ہے جو ہم سمجھتے ہیں۔ اور جو شادی' بیاہ' موت' فوت' امانت' عبادت اور دوسرے دینی معاملوں میں کام کرتی ہے۔ لیکن جس سے غیروں کے ساتھ معاملہ پڑتا ہے وہ اور ہے۔ اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم خواہ اس تعریف کے ماتحت جو عبادات اور دینی امور کے متعلق سمجھی جاتی ہے کتنا ہی ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہوں۔ لیکن جس سے غیروں سے معاملہ پڑتا ہے اس میں ایک ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ ہم سے ایک ہی جیسا سلوک کرتے ہیں۔ تو دوسری تعریف کا یہ مطلب ہے کہ ہر فریق جو بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ اس میں وہ سب اکٹھے ہو جائیں اور ایک ہو جائیں۔ اب یہ ایک ایسی تعریف ہے کہ اس کے ذریعے بہت جلد اتفاق ہو سکتا ہے۔ اور اگر

بڑے بڑے آدمی کوشش کرنی شروع کر دیں- تو انہیں کسی مذہبی اصل کی قربانی بھی نہیں کرنی پڑتی-اور یہ اتحاد بھی ہو جاتا ہے-

یہ تجویز پہلے پہل مسلم لیگ کے جلسہ میں جو لاہور میں آل انڈیا مسلم پارٹیز کے جلسہ سے ایک سال پیشتر ہوا- پیش کی گئی تھی اور پھر آل انڈیا مسلم پارٹیز کے جلسہ منعقدہ امرتسر میں دہرائی گئی تھی- عام طور پر تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگوں نے علی الاعلان اور پرائیویٹ دونوں طور پر بڑے زور سے کہا کہ مسلمانوں کے فرقوں میں اس سے صلح ممکن ہو سکتی ہے- پچھلے دنوں جب میں لاہور گیا ہوا تھا تو وہاں ایک مجلس میں جس میں صوبہ کے بڑے بڑے لیڈر تھے اور ایک تو ان میں سے ہندوستان کا لیڈر کہلا سکتا ہے- انہوں نے یہ کہا کہ مسلمانوں کی صلح ہونے کا یہ بہترین ذریعہ ہے- اور در حقیقت یہ بات ہے بھی درست- کیونکہ اس سے مسلمانوں کے فرقے بغیر اپنے کسی اصل کے چھوڑنے کے متحد ہو سکتے ہیں- مثلاً شیعہ لوگ اسی پر یقین رکھتے ہیں کہ ان کے آئمہ ویسے ہی معصوم ہیں جیسے انبیاء- اور یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ ان کے حقوق بھی ویسے ہی ہیں جیسے انبیاء کے ہیں- ان کے نزدیک امام بھی معصوم ہوتا ہے- اس وجہ سے لازماً ان کو ماننا پڑتا ہے کہ ان کا درجہ ایک ہے- اور اس اتحاد کے لئے اگر کسی پر یہ زور دیا جائے کہ پہلے اپنی تعلیم کا انکار کیا جائے- تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم صداقتوں کا انکار کرواتے ہیں- اسی طرح شیعہ سنی کا حال ہے- جو ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور جو اس کا انکار نہیں کر سکتے-

شیعہ سنی کا فرق تو دوسری تیسری صدی میں ہوا- خوارج پر تو کفر کا فتویٰ پہلی صدی میں ہی لگ گیا تھا اور ان کو خارج از اسلام سمجھا گیا اور برابر تیرہ سو سال سے ہی یہ اختلاف چلا آتا ہے- اور اس کی بناء پر خوارج کو کافر کہا جاتا ہے- اور وہ بھی دوسروں کو کافر کہتے ہیں- بلکہ وہ تو کہتے ہیں کبیرہ گناہ کرنے والے کافر ہیں- حتیٰ کہ وہ حضرت علیؓ کو بھی کافر سمجھتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں معاویہ کی طرف سے جو فیصلہ پیش کیا گیا اسے جو انہوں نے تسلیم کر لیا اس لئے وہ کافر ہیں- خوارج کے نزدیک کبیرہ گناہ کی تعریف بھی کچھ اور ہے- دوسرے مسلمانوں کے نزدیک جو چھوٹے چھوٹے گناہ ہوتے ہیں خوارج ان کا نام کبیرہ رکھتے ہیں- حضرت عباسؓ نے کہا بھی کہ تم نے بھی ایسا ہی کیا تو انہوں نے کہا ہم نے توبہ کر لی- ہم مسلمان ہو گئے- علیؓ بھی اگر توبہ کریں تو مسلمان ہو سکتے ہیں- تو خوارج کی طرف سے علیؓ پر فتویٰ لگا- تو وہ ان کو اور علیؓ کے ماننے والے ان کو کافر سمجھتے ہیں اور یہ کفر کا مسئلہ پرانا ہے- اب اگر علیؓ کے ماننے والے کو کہیں کہ میاں تم ان کو کافر کہنا چھوڑ دو- تو یہ آسان نہیں-

خوارج کو کہیں کہ جنہیں تم تیرہ سو سال سے کافر کہتے آئے ہو انہیں کافر نہ کہو تو وہ ہرگز اس کو نہ مانیں گے۔

نجدی جب مکہ میں داخل ہوئے تو یہ کہہ کر کہ یہ کافر ہیں مشرک ہیں سینکڑوں کو مار ڈالا۔ میں جب حج کرنے کے لئے گیا تھا تو ان کو ملا۔ یہ سمجھدار لوگ ہیں مہذب بھی ہیں۔ لیکن پرانے خیالات کے ہیں۔ اب بھلا اس کے سوا صلح کا کوئی اور طریق ان سے ہو سکتا ہے۔ جاوا یا چین یا سماٹرا یا ترکی یا ایران یا افغانستان کے لوگوں کو کہنا کہ تم جن باتوں کو کئی سو سالوں سے مانتے چلے آئے ہو ان کو چھوڑ دو۔ اور ان باتوں کو نظر انداز کر دو۔ جو صدیوں سے تم کرتے آئے ہو۔ تو یہ ناممکن ہے ایک خارجی کو کہنا کہ بڑے گناہ کے ارتکاب کو کفر قرار نہ دو۔ تو خارجی کبھی ایسا نہیں کرے گا۔ کبھی نہیں کہے گا کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کفر نہیں ہوتا۔ اور اگر ہم اسے کہیں کہ تم اس کو کفر نہ کہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم انہیں کہتے ہیں۔ تم اپنے آپ کو خوارج کہنا چھوڑ دو۔ جو ناممکن ہے۔

میرے نزدیک مسلمانوں کی اس پر صلح نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر فرض کر لیا جائے۔ کہ ہو سکتی ہے تو سینکڑوں سال کے بعد۔ لیکن جو میں نے بات بتائی ہے وہ ایسی ہے کہ اس سے صلح فوراً ہو سکتی ہے۔ اور ہمیں جلد اس صلح کی ضرورت بھی ہے۔ کیونکہ ایک ایسا بھی دشمن ہے جو ہم کو مارنا چاہتا ہے۔ اس کا مقابلہ اکٹھے ہو کر کرنا چاہئے۔ شیعہ ہوں یا سنی۔ احمدی ہوں یا وہابی۔ چکڑالوی ہوں یا کوئی اور سب کو اس کے مقابلے کے لئے اکٹھے ہو جانا چاہئے۔

واقعات ثابت کر رہے ہیں کہ دو تین سال کے عرصہ کے اندر ہی اس تعریف کو اس قدر قبولیت ہوئی کہ مسلمانوں کے فرقے اس پر جمع ہو رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بعض اسکا انکار کر دیں۔ لیکن ان کی تعداد اس قدر قلیل ہو گی کہ جو اس کے ماننے والے ہوں گے ان کی تعداد کثیر ہو گی۔ اور ان کی کثرت کا مقابلہ ان کی (Minority) قلت نہیں کر سکتی۔ تو یہ تعریف عام طور پر مقبول ہوئی۔

بعض اشخاص نے اعتراض کیا ہے کہ مذہبی لوگوں کا کیا کام ہے کہ اسلام کی مذہب کے سوا سیاسی تعریف بھی کریں۔ جنہوں نے اعتراض کیا ہے میں نام لے کر ان کا جواب دے سکتا ہوں۔ لیکن میں نے ان سے صلح کا معاہدہ کیا ہوا ہے۔ گو دوسرے فریق نے اس معاہدہ کو توڑ دیا ہے۔ لیکن میں اس حصہ جواب سے پہلو تہی کرتا ہوں۔ جو میری ذات کے متعلق ہے۔ مگر میں اس اعتراض کے متعلق بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام کے فرقوں میں سیاسی صلح بھی ہو سکتی ہے۔ قرآن نے مشرکوں کے

مقابلہ پر اہل کتاب کو جمع ہونے کے لئے کہا ہے۔ قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (اٰل عمران : ۶۵) آؤ اے اہل کتاب ایک امر مشترک پر جمع ہو جائیں اور وہ توحید ہے۔ آؤ شرک کا مقابلہ کرنے کے لئے اکٹھے ہو جائیں۔ اہل کتاب مسلمانوں کو کافر کہتے تھے اور مسلمان اہل کتاب کو۔ ان میں اختلاف تھا۔ مگر باوجود اس اختلاف کے ان کو ایک امر مشترک پر جمع ہونے کے لئے بلایا گیا۔ تو جب قرآن شریف اس امر کو پیش کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اختلاف تو ہے لیکن ایک بات مشترک ہے اس لئے اس امر مشترک پر اکٹھے ہو جاؤ تاکہ شرک کا مقابلہ کیا جائے۔ ہم تمہیں کافر کہتے ہیں تم ہمیں کہتے ہو ہم تم پر اعتراض کرتے رہیں تم ہم پر اعتراض کرتے رہو۔ مگر جو بات ہم میں اور تم میں مشترک ہے۔ اس کے لئے ہمیں اکٹھے ہو جانا چاہئے۔ اگر یہ کہتا کہ آؤ ہم تمہارے مذہب کے متعلق کچھ نہیں کہیں گے تو یہ قرآن کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ پس منشاء یہی ہے کہ توحید کے لئے ہم جمع ہو جائیں۔ یہی تعریف میں نے پیش کی ہے کہ جن امور میں اختلاف ہے ان کو قائم رکھ کر بھی مسلمانوں کے ہر ایک فرقہ میں اتحاد ہو سکتا ہے۔ اور یہ تعریف خدا نے' آنحضرت ﷺ نے اور قرآن نے بتائی ہے جو خدا کی کتاب ہے۔ ممکن ہے بعض باتیں اہم ہوں۔ لیکن جب وہ لوگ جو رسول کریم ﷺ کو اور قرآن شریف کو جھوٹا سمجھتے ہوں۔ وہ اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ تو ہم کیوں نہیں ہو سکتے جو رسول کریم ﷺ اور قرآن شریف کو سچا سمجھتے ہیں۔ خدا بھی ایسا کہتا ہے اور رسول کریم ﷺ بھی یہی کہتے ہیں کہ جو اختلاف میری نبوت کے متعلق ہے وہ رکھو۔ لیکن بہرحال توحید میں تو ہم اکٹھے ہو جائیں۔ تو قرآن نے بھی یہی طریق صلح کا پیش کیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ پہلے کافر کہنا چھوڑ دو۔ اور پھر اکٹھے ہو جاؤ۔ بلکہ رسول کریم ﷺ نے یہی فرمایا کہ بے شک وہ مجھے کافر کہیں میں ان کو کہوں۔ لیکن باوجود اس کے جس امر میں اشتراک ہے ہم اس میں اکٹھے ہو جائیں تاکہ شرک مٹ جائے۔ اور مشرک کوئی نہ رہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک مسلمان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ سب مسلمان ہو جائیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ مشرک کوئی نہ ہو۔ اس کا نام سیاسی تعریف رکھ لو۔ مذہبی تعریف رکھ لو۔ بہرحال یہ طریق ہے جو اسلام نے اور آنحضرت ﷺ نے پیش کیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ اس کی تردید کرتا ہے۔ اگر آج مسلمان اس کو مان لیں گے۔ تو وہ اختلاف کو مٹانے کے بغیر ہی اس کامیابی کو حاصل کر لیں گے لیکن اگر وہ اختلاف مٹانے کے لئے کوشش کریں گے۔ تو نہ وہ کامیابی حاصل ہو گی اور نہ اختلاف ہی مٹ

سکیں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ اک عارضی جوش ان میں پیدا ہو جائے۔ لیکن وہ بات اس سے حاصل نہ ہو گی جس کی آج ضرورت ہے۔ پس یہ خیال کر لینا کہ اتحاد سے پہلے سارے آدمی ایک خیال پر جمع ہو جائیں۔ درست نہیں۔ کیونکہ ایک فریق جو ایک بات کو عرصہ سے سچا سمجھتا چلا آرہا ہے یا ایک کو کافر کہتا ہے۔ کس طرح وہ کافر کہنا چھوڑ دے جب تک کہ اس کے متعلق یہ یقین پیدا نہ ہو جائے کہ جسے میں کافر سمجھتا ہوں وہ کافر نہیں یا اس کی غلطی کی اصلاح نہ کی جائے۔ پس اسلام اور مسلمانوں کی حالت پر رحم کر کے اس بات کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے جس کا نتیجہ جلدی نہ نکل سکے بلکہ اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے جس کا نتیجہ جلد نکل سکے پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس تعریف پر غور کریں جو میری پیش کی ہوئی نہیں بلکہ در حقیقت قرآن شریف کی پیش کی ہوئی ہے۔ پس جب آنحضرت ﷺ کے نہ ماننے والے آنحضرت ﷺ کے ماننے والوں کے ساتھ اسی امر مشترک میں اکٹھے ہو سکتے ہیں کہ شرک کا مقابلہ کیا جائے۔ تو کیوں ہم جو رسول کریم ﷺ کو ماننے والے ہیں رسول کریمؐ کی رسالت کے لئے اکٹھے نہیں ہو سکتے جو ہم سب میں امر مشترک ہے۔ ہم کو خود غرضی اور نفسانیت کو چھوڑ دینا چاہئے۔ جب یہ ہو گی ہم کچھ نہ کر سکیں گے اور جب یہ نہ ہو گی تو پھر یہ بات آسانی سے ہو سکے گی کہ اسلام کی مصیبت کے دن دور ہوں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ ہر فرقہ جو ایک دوسرے کو کافر سمجھتا ہے وہ متفق ہو جائے اور سمجھ لے کہ آج اس اتفاق اور صلح کی اسلام اور آنحضرتؐ کی حرمت کے لئے بڑی ضرورت ہے۔ اور اس کو سمجھتے ہوئے وہ یہ عہد کرے کہ میں اس روز تک دم نہیں لوں گا جب تک کہ سب میں اتفاق نہ ہو جائے تاکہ اس اتحاد سے آنحضرتؐ کی عزت کو قائم کیا جا سکے اور میں امید کرتا ہوں جب یہ اتحاد پیدا ہو جائے گا تو پھر اس اتحاد سے دنیا میں اسلام پھیل جائے گا۔

(الفضل ۱۷ / جون ۱۹۲۷ء)